اس کا خیال بلند، اس کا مقام عظیم

تحریر: سہیل احمد لون

پاکستان کے حساس اداروں کے تربیتی مراکز میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی بڑی سی تصویر آویزاں کی جاتی تھی جس پر یہ الفاظ درج ہوتے تھے ''اس کا خیال بلند، اس کا مقام عظیم''۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں قائداعظم بلند خیال یعنی بڑی سوچ رکھنے والے انسان تھے اور اسی صفت نے ان کو عظیم مقام بھی بخشا۔ یہ انکی سوچ کے بڑے کینوس کا کمال تھا کہ جیب میں ''چند کھوٹے سکے'' ہونے کے باوجود ایک آزاد ملک بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس وقت بھی بہت سے لوگ ان کے نظریے کے خلاف تھے، ان پر فتوے بھی لگے مگر انہوں نے اپنے مشن کی تکمیل میں کسی بھی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ حقیقی قائد کی بنیادی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ بڑا سوچے اور مشکل حالات میں بڑے فیصلے کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔ موسم بہار تو گزر گیا مگر ملکی سیاست میں اس وقت دو موسم چل رہے ہیں۔ نون لیگ میں خزاں کا سماں ہے جہاں مخالف ہوا کے چلنے سے انکے ایم این اے اور ایم پی اے اپنی سیاسی جماعت سے جھڑنا شروع ہوگئے ہیں۔ پیپلز پارٹی میں بھی حالات کچھ مختلف نہیں مگر دوسری طرف تحریک انصاف کے چمن میں ہر طرف بہار ہی بہار نظر آرہی ہے۔ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے سینٹ کے انتخابات میں بلوچستان کے امیدوار کو جتوا کر سیاسی میدان میں جو ہلچل مچائی اس کے بعد یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ گزشتہ دنوں تحریک انصاف نے اپنی گورنمنٹ بننے کی صورت میں پہلے سو دن کا پلان دیا۔ ترقی یافتہ جمہوری ممالک میں دراصل ہر سیاسی جماعت اپنا منشور اور گورنمنٹ بننے کی صورت میں متوقع پلان دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام سیاسی قائد جو ملک کے وزیراعظم، چانسلر یا صدر بننے کے امیدوار ہورتے ہیں وہ آپس میں عوام کے سامنے لائیو مکالمہ کرتے ہیں، ہر امیدوار اپنی سیاسی بصیرت کے مطابق ملکی و عوامی مسائل کے حل پیش کرتے ہیں، جو حکومت میں ہوں یا حکومت کر چکے ہوں وہ اپنی سابقہ غلطیوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور ان کو کس طرح سدھاریں گے اس کا بھی ذکر کرتے ہیں، چھوٹی جماعتوں کے نمائندگان بھی اپنا منشور پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ اگر مخلوط حکومت کا حصہ بنیں گے تو وہ کیسے عوامی مسائل کو حل کرنے میں مدد کریں گے۔ دراصل یہ مکالمہ ہی عوامی رائے اپنی طرف مبذول کروانے کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتا اور ایسے مکالمے بین الاقوامی میڈیا بھی کور کرتا ہے۔ پاکستان میں سیاسی جلسوں کو پرلطف بنانے کا موجد عمران خان ہے اور اب انتخابی مہم میں اپنا سو دن کا پلان اور حکومت ملنے پر اپنے فنانس منسٹر کا پہلے سے اعلان کرنا اور اس سے پریزنٹیشن بھی کروانا اپنے دیس میں ایک نیا سٹائل ہے۔ اگر عوام کو اتنا باشعور بنا دیا جائے کہ وہ سیاسی جماعتوں کے منشور اور انکے قائدین کی سیاسی بصیرت الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا اور پمفلٹس کے ذریعے ہی سمجھ جائیں تو شہر شہر جلسے کرکے پیسہ برباد کرنے کی بجائے اسی پیسے کو فلاحی کاموں پر لگایا جاسکتا ہے۔ تحریک انصاف کے اسد عمر نے اپنی Presentation میں پانچ برس کی آئینی مدت میں ملک میں ایک کروڑ روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا ذکر بھی کیا جسے سیاسی مخالفین نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور گزشتہ تین دہائیوں سے شیر اور تیر کے ہاتھوں گھائل لوگوں نے مذاق بھی۔ روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں یورپ میں جرمنی سرفہرست ہے، جبکہ امریکہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ امریکہ کے بل کلنٹن اور براک اوبامہ کی طرح جرمنی کی چانسلر انجلیکا میرکل بھی ملک میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں بہت شہرت رکھتی ہیں مگر ان لوگوں نے بھی ڈھائی ملین سے زیادہ کا حدف عبور نہیں کیا۔ ایک تو انکی حکومت کا دورانیہ پانچ نہیں چار برس ہوتا ہے اور دوسری بڑی چیز کہ وہاں کی آبادی کے تناسب سے بے روزگاری کی شرح پاکستان کی طرح خطرناک حد کو نہیں چھوتی۔ پاکستان کے موجودہ حالات کو دیکھ کر پانچ برس میں ایک کروڑ روزگار کے مواقع پیدا کرنا مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں۔ یہاں حکمرانی کی گئی ہے عوام کی خدمت نہیں، لوٹ مار کرکے حکمران طبقے نے پیسہ بنایا ہے کبھی عوام پر لگایا ہی نہیں اسی لیے ہمیں یہ بات عجیب لگ رہی ہے۔ ضیاع باقیات کے مسلط ہونے

سے قبل اگر ہم اداروں کا جائزہ لیں تو ریلوے، سٹیل مل آف پاکستان، پی آئی اے کی حالت بہت بہتر تھی۔ پاکستان کا سب سے بڑا قومی ادارہ ریلوے تھا جو اس وقت خسارے میں نہیں تھا۔ قرضہ لیکر چند کلومیٹر پر چلنے والی اورنج ٹرین بنانے کی بجائے ریلوے پر لگایا جاتا تو ریلوے کے حالات بہتر ہو سکتے تھے اگر وہاں سے سعد رفیق کو پہلے فارغ کر دیا جاتا۔ قیام پاکستان کے وقت پاکستان کو بہترین ریلوے کا نظام ملا، مغلپورہ لاہور کی ورکشاپ ایشیاء کی سب سے بڑے ریلوے ورکشاپ تھی۔ پاکستان میں 1212 ریلوے سٹیشن ہیں جن میں سے اب کافی بند کر دیے گئے ہیں، اگر ریلوے کو آگے لیجانے کی بجائے پانچ برس میں 1980ء والی حالت میں ہی لے جائیں تو دیکھیں کتنی ٹرینیں مزید چلیں گی، ہر سٹیشن کے باہر اور اندر کتنے بندوں کے روزگار کے مواقع پیدا ہونگے؟ اس میں رکشہ، ٹیکسی، تانگہ، چنگ چی، ریڑھی بان، ریسٹورنٹس اور ہوٹل وغیرہ کا قیام وغیرہ۔ فلم انڈسٹری کو بھی اگر 1980ء والی پوزیشن پر لے جائیں تو صرف لاہور میں پچاس سے زائد سینماء گھر تھے، ہر سینماء میں کتنے بندے روٹی کماتے تھے اور سینماء اور فلم انڈسٹری کے وابستہ کتنے روزگار کے مواقع تھے، ملک میں کھیل و ثقافت کو بھی ہم تیس برس پیچھے لے جائیں تو ہاکی، کرکٹ، کبڈی، ریسلنگ، سکواش کے عالمی مقابلوں کے انعقاد سمیت دیگر ثقافتی شو اگر پھر سے بحال ہو جائیں تو کتنے روزگار کے مواقع پھر سے پیدا ہونگے۔ لندن، بنکاک، سنگاپور، سوئٹزر لینڈ وغیرہ سیاحت کی وجہ سے کتنا کما رہے ہیں ہمارے ملک میں قدرتی خوبصورتی ان سے کہیں زیادہ ہے اگر سیاحت کے شعبے کو بھی کچھ آکسیجن دی جائے تو وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر بہت سے لوگوں کو روزگار فراہم کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکتی ہے۔ جرمنی عالمی جنگ کے بعد تباہ ہو گیا تھا مگر انکا قائد کونراڈ آڈے ناؤور بڑی سوچ رکھنے والا انسان تھا اس نے تعلیم، صحت، رہائش پر ہنگامی بنیادوں پر پالیسیاں بنائی اور ورزگار کے مواقع پیدا کر کے ملک کو ایک دہائی کے اندر دوبارہ پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ آج بھی جرمنی یورپ میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں سرفہرست ہے جس کی بنیادی وجہ وہاں کی صنعت ہے۔ انرجی کے بحران کی وجہ سے ہماری صنعت تباہ ہو رہی ہے مگر حکمران اپنی تجوریاں اپنا ٹبر پالنے کے علاوہ کسی صرف دھیان نہیں دیتے، اگر ہماری خارجہ پالیسی اچھی ہو تو جرمنی ہمارے ملک میں MBW, VW, Mercedes, Siemens, وغیرہ کی فیکٹریاں لگا سکتا ہے جیسا کہ اس نے ہمارے ہمسایہ ممالک میں لگائیں، جرمنی سمیت دیگر ترقی یافتہ ممالک کو ہمارے ایسے ممالک میں فیکٹریاں لگا کر یہ فائدہ ہوتا ہے کہ یہاں زمین، لیبر، یوٹیلٹی بلز کا خرچہ وغیرہ سب سستا ہوتا ہے اور یہاں سے اپنا مال ایشیاء سمیت مشرق وسطی میں بھیجنا بھی سستا پڑتا ہے اس کے بدلے ہمارے ملک میں روزگار کے مواقع جنم لیتے ہیں، اگر ملکی حالات بہتر ہو جائیں تو اوورسیز پاکستانیوں سمیت دیگر غیر ملکی بھی اپنا سرمایہ پاکستان میں لگائیں گے جس سے یقیناً روزگار کے مواقع ہی بڑھتے ہیں۔ زرخیز زاور قیام پاکستان کے وقت بہترین نہری نظام ہونے کے باوجود ہم زراعت کے شعبے میں پستی کا شکار ہیں اگر زراعت کے شعبے پر توجہ دی جائے تو یہ بھی روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ سی پیک کے آنے سے بھی پاکستان میں روزگار کے مواقع پیدا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پاکستان کی تقریباً دس کروڑ کی آبادی تیس برس سے کم عمر کی ہے اور اس میں سے اکثریت بے روزگار نوجوانوں کی ہے جن میں بلاول، حسن نواز، حسین نواز، مریم صفدر، حمزہ شہباز، مونس الٰہی سے زیادہ پوٹینشل ہے مگر جان بوجھ کر ان کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں 404 تحصیلیں ہیں اگر ہر تحصیل میں کم از کم ایک پچاس بیڈ کا ہسپتال، ایک گرلز پرائمری، ایک بوائز پرائمری سکول، ایک ہائی سکول اور ایک کالج بنا دیا جائے، پاکستان کے 127 اضلاع میں اگر ایک ایک یونیورسٹی اور ایک بڑا ہسپتال بنا دیا جائے، تو اس طرح بلاواسطہ اور بالواسطہ کتنے روزگار کے مواقع پیدا ہونگے؟ اسی طرح بے شمار سمال انڈسٹریز بنانے کے مواقع بھی فراہم کیے جا سکتے ہیں۔ اسد عمر نے پچاس لاکھ گھر بھی پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے بنانے کا اعلان کیا ہے، دراصل یہ جرمن ماڈل ہے جس پر عمل کر کے جرمنی نے اتنے گھر بنائے ہیں کہ گزشتہ چند برسوں میں یورپ اور برطانیہ میں سب سے زیادہ پناہ گزین لینے کے باوجود رہائش کا کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا۔ اگر پچاس لاکھ گھر بنائیں تو اس میں کتنے بندے روزگار حاصل کریں گے؟ روزگار کا مطلب صرف سرکاری نوکری نہیں ہوتا، اگر دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کو دیکھیں تو وہاں پرائیویٹ سیکٹر ہی روزگار دینے کا بنیادی مرکز ہوتا ہے۔ یہاں نوکری پرائیویٹ کریں یا سرکاری دونوں صورتوں میں ملازموں کو پینشن اور صحت کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں، پاکستان میں بھی پرائیویٹ سیکٹر کو مضبوط کر کے انہیں

قانونی طور پر پلاز مین کو پینشن اور علاج کی سہولتیں دینے کا پابند بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روزگار ہمیشہ مزید روزگار کو جنم دیتا ہے، بدقسمتی سے ہمیں اب چھوٹا سوچنے اور صرف نزدیک دیکھنے کی عادت پڑ چکی ہے۔ عمران خان کی ایک بات قوم کو پلے باندھ لینی چاہیے "ہمیشہ بڑا خواب دیکھو" کیونکہ جس کا خیال بلند ہوتا ہے وہی عظیم ہوتا ہے۔ قائداعظم نے تو کھوٹے سکوں کے ساتھ پاکستان بنا لیا تھا، کیا عمران خان بھی چلے ہوئے کارتوسوں کے ساتھ پاکستان بچانے میں کامیاب ہو پائے گا؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم ٹارگٹ ایک ملین کا رکھیں اور حاصل دس ملین کریں، اس کے لیے تو W.W.Writz کا یہ قول ہی ذہن میں آتا ہے:

The foot should kick people who want by Yards but try the inch.

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

21-05-2018